

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اشارات

مسدود پر ہمارے مضامین کو دیکھ کر ایک خیال کا بار بار اظہار کیا گیا ہے۔ وہ خیال یہ ہے کہ موجودہ زمانہ میں سرمایہ داری نظام سیاسی طاقت کے ساتھ ہمارے گرد و پیش کی پوری معاشی دنیا پر مسلط ہو چکا ہے معیشت کی گاڑی اصول سرمایہ داری کے پہیوں پر چل رہی ہے سرمایہ دار ہی اس کو چلا رہے ہیں اور وہی قومیں اس کے ذریعہ سے منزل ترقی کی طرف بڑھ رہی ہیں جن کے لئے پیدائش دولت اور صرف دولت کے باب میں کوئی مذہبی یا اخلاقی قید نہیں ہے۔ دوسری طرف ہماری اجتماعی قوت منتشر ہے۔ دنیا کے نظم معیشت کو بدلنا تو درکنار ہم خود اپنی قوم میں بھی اسلامی نظم معیشت کو از سر نو قائم کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اب اگر ہماری مذہبی قیود ہم کو زمانے کے چلتے ہوئے نظام معاشی میں پورا پورا حصہ لینے سے روک دیں تو نتیجہ اس کے سوا کچھ نہ ہوگا کہ ہماری قوم معاشی ترقی و خوشحالی کے ذرائع سے فائدہ اٹھانے میں دوسری قوموں سے پیچھے رہ جائیگی، ہم مجلس ہوتے جائیں گے اور ہمسایہ قومیں دولت مند ہوتی چلی جائیں گی، اور ہماری یہ معاشی کمزوری ہم کو سیاسی اخلاقی اور تمدنی حیثیت سے بھی ذلیل اور پست کر دیگی۔ یہ محض وہم اور اندیشہ نہیں ہے، بلکہ واقعات کی دنیا میں یہی نتیجہ ہم کو نظر آ رہا ہے، برسوں سے نظر آ رہا ہے اور مستقبل میں ہمارا جو کچھ انجام ہونے والا ہے اس کے آثار کچھ ایسے دہندے نہیں ہیں کہ ان کو نہ دیکھا جاسکتا ہو۔ پس ہم کو محض شریعت

کا قانون بتانے سے کیا فائدہ؟ اسلام کے معاشی اصول بیان کرنے سے کیا حاصل؟ ہم کو یہ بتاؤ کہ ان حالات میں اسلامی قانون کی پابندی کے ساتھ ہمارے لئے اپنی معاشی حالت کو نبھانے اور ترقی کی منزلیں طے کرینگی بھی کوئی سبیل ہے؟ اگر نہیں ہے تو دو صورتوں میں سے ایک صورت یقیناً پیش آئیگی۔ یا تو مسلمان بالکل تباہ ہو جائیں گے۔ یا پھر وہ بھی دوسری قوموں کی طرح مجبور ہوں گے کہ ایسے تمام قوانین کی پابندی سے آزاد ہو جائیں جو زمانے کا ساتھ نہیں دے سکتے۔

یہ سوال صرف مسئلہ سود ہی تک محدود نہیں ہے۔ دراصل اس کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ اگر زندگی کے تمام شعبوں میں سے محض ایک معیشت ہی کا شعبہ ایسا ہو تا جس پر ایک غیر اسلامی نظام مسلط ہو گیا ہوتا، تو شاید معاملہ نسبتاً بہت ہلکا ہوتا۔ مگر واقعات کی شہادت کچھ اور ہے۔ اپنے گرد و پیش کی دنیا پر نظر ڈالیے۔ خود اپنے حالات کا جائزہ لے کر دیکھیے۔ زندگی کا کونسا شعبہ ایسا پایا جاتا ہے جس پر غیر اسلام کا تسلط نہیں ہے؟ کیا اعتقادات اور افکار و تخیلات پر الحاد و دھرسیت یا کم از کم شک و ریب کا غلبہ نہیں؟ کیا تعلیم پر ناخدا شناسی کی حکومت نہیں؟ کیا تمدن و تہذیب پر فرنگیت کا استیلا نہیں؟ کیا معاشرت کی جڑوں تک میں مغربیت اتر نہیں گئی ہے؟ کیا اخلاق اس کے غلبہ سے محفوظ ہیں؟ کیا معاملات اس کے تسلط سے آزاد ہیں؟ کیا قانون اور سیاست اور حکومت کے اصول و فروغ۔ نظریات اور عملیات میں سے کوئی چیز بھی اس کے اثر سے پاک ہے؟

جب حال یہ ہے تو آپ اپنے سوال کو معیشت اور اس کے بھی صرف ایک پہلو تک کیوں محدود رکھتے ہیں؟ اس کو وسیع کر لیجیے۔ پوری زندگی پر پھیلا دیجیے۔ یوں کہیے کہ زندگی کے دریانے اپنا رخ بدل دیا ہے۔ پہلے وہ اس راستے پر رہا تھا جو اسلام کا راستہ تھا۔ اب وہ اس راستے پر رہا ہے جو غیر اسلام کا راستہ ہے۔ ہم اس کے رخ کو بدلنے کی قوت نہیں رکھتے۔ ہم میں اتنی قوت

بھی نہیں کہ اس کی روکے خلاف تیر سکیں۔ ہم کو ٹھہرنے میں بھی ہلاکت کا اندیشہ ہے۔ اب ہمیں کوئی ایسی صورت بتاؤ کہ ہم مسلمان بھی رہیں اور اس دریا کے بہاؤ پر اپنی کشتی کو بھی چھوڑ دیں۔ عازم کعبہ بھی ہیں اور اس قافلہ کا ساتھ بھی نہ چھوڑیں جو ترکستان کی طرف جا رہا ہے۔ ہم اپنے خیالات، نظریات، مقاصد، اصول حیات اور مناسبات عمل میں نا مسلمان بھی ہوں اور پھر مسلمان بھی ہوں۔ اگر ان تضادات کو جمع کر کے کوئی صورت تم نے نہ نکالی تو نتیجہ یہ ہو گا کہ یا تو ہم اسی دریا کے ساحل پر کہیں مر رہیں گے یا پھر یہ اسلام کا ییل جو ہماری کشتی پر لگا ہوا ہے ایک دن کھینچ ڈالا جائیگا اور یہ کشتی بھی دوسری کشتیوں کے ساتھ دریا کے دھارے پر بہتی نظر آئیگی۔

ہمارے روشن خیال اور تجدید پسند حضرات جب کسی مسئلہ پر گفتگو فرماتے ہیں تو ان کی آخری

حجت جو ان کے نزدیک سب سے قوی حجت ہے یہ ہوتی ہے کہ دمانے کا رنگ یہی ہے۔ ہوا کا رخ ہی

طرف ہے۔ دنیا میں ایسا ہی ہو رہا ہے پھر ہم اس کی مخالفت کیسے کر سکتے ہیں اور مخالفت کر کے زندہ

کیسے رہ سکتے ہیں؟ اخلاق کا سوال ہو۔ وہ کہیں گے کہ دنیا کا معیار اخلاق بدل چکا ہے مطلب یہ

کہ مسلمان اس پرانے معیار اخلاق پر کیسے قائم رہیں؟ پردے پر بحث ہو۔ ارشاد ہو گا کہ دنیا سے

پردہ اٹھ چکا ہے۔ مراد یہ ہونی کہ جو چیز دنیا سے اٹھ چکی ہے اس کو مسلمان کیسے نہ اٹھائیں؟

تعلیم پر گفتگو ہو۔ ان کی آخری دلیل یہ ہوگی کہ دنیا میں اسلامی تعلیم کی مانگ ہی نہیں۔ تمہاری مہلا کہ

مسلمان بچے وہ جنس بن کر کیسے نکلیں جس کی مانگ نہیں ہے اور وہ مال کیوں نہ بنیں جس کی مانگ

ہے؟ سو در پر تقریر ہو۔ ٹپ کا بند یہ ہو گا کہ اب دنیا کا کام اس کے بغیر نہیں چل سکتا۔ گویا مسلمان

کسی ایسی چیز سے احتراز کیسے کر سکتے ہیں جو اب دنیا کا کام چلانے کے لیے ضروری ہو گئی ہے؟

غرض یہ کہ تمدن، معاشرت، اخلاق، تعلیم، معیشت، قانون، سیاست اور زندگی کے دوسرے

شعبوں میں سے جس شعبے میں وہ اصول اسلام سے صٹ کر فریخت کا اتباع کرنا چاہتے ہیں، اس کے لیے زمانے کا رنگ اور ہوا کا رخ اور دنیا کی رفتار وہ آخری محبت ہوتی ہے جو اس تقلید مغربی یا درحقیقت اس جزوی ارتداد کے جواز پر برصان قاطع سمجھ کر پیش کی جاتی ہے اور یہ خیال کیا جاتا ہے کہ عمارت اسلامی کے اجزاء میں سے ہر اُس جز کو ساقط کر دینا فرض ہے جس پر اس دلیل سے حمل کیا جائے۔

ہم کہتے ہیں کہ شکست و ریخت کی یہ تجویز جن کو تم متفرق طور پر پیش کرتے ہو، ان سب کو ملا کر جامع تجویز کیوں نہیں بنالیتے؟۔ مکان کی ایک ایک دیوار، ایک ایک کمرے اور ایک ایک لان کو مٹانے کی علیحدہ علیحدہ تجویز پیش کرنے، اور ہر ایک پر فرداً فرداً بحث کرنے میں فضول وقت ضائع ہوتا ہے۔ کیوں نہیں کہتے کہ یہ پورا مکان مگر دینے کی ضرورت ہے کیونکہ اس کا رنگ زمانے کے رنگ سے مختلف ہے۔ اس کا رخ ہوا کے رخ سے پراہوا ہے اور اس کی وضع ان مکانوں سے کسی طرح نہیں ملتی جو اب دنیا میں بن رہے ہیں۔

جن لوگوں کے حقیقی خیالات یہی ہیں ان سے بحث کرنا فضول ہے۔ ان کے لیے تو صاف اور سیدھا جواب یہی ہے کہ اس مکان کو گرانے اور اس کی جگہ دوسرا مکان بنانے کی زحمت آپ کیوں اٹھاتے ہیں؟ جو دوسرا خوش وضع، خوشنما، خوش رنگ مکان آپ کو پسند آئے اس میں تشریف لے جائیں۔ اگر دریا کے دھارے پر پہننے کا شوق ہے تو اس کشتی کا ایبل کھرچنے کی تکلیف بھی کیوں اٹھائیے۔ جو کشتیاں پہلے ہی سے بہ رہی ہیں ان میں سے کسی میں نقل مقام فرمایا لیجئے۔ جو لوگ اپنے خیالات اپنے اخلاق، اپنی معاشرت، اپنی معیشت، اپنی تعلیم، غرض اپنی کسی چیز میں بھی مسلمان نہیں ہیں اور مسلمان نہیں رہنا چاہتے ہیں، ان کے برائے نام مسلمان بننے سے اسلام کا قطعاً

کوئی فائدہ نہیں بلکہ سراسر نقصان ہے۔ وہ خدا پرست نہیں ہو پرست ہیں۔ اگر دنیا میں بت پرستی کا غلبہ ہو جائے تو یقیناً وہ بتوں کو پوجیں گے۔ اگر دنیا میں برہمنی کا رواج عام ہو جائے تو یقیناً وہ اپنے پیڑے اتار پھینکیں گے۔ اگر دنیا سجا تین کھانے لگے تو یقیناً وہ کہیں گے کہ نجاست ہی پاکیزگی ہے اور پاکیزگی تو سراسر نجاست ہے۔ ان کے دل اور دماغ غلام ہیں اور غلامی ہی کے لئے طرے لگے ہیں آج فریخت کا غلبہ ہے اس لیے اپنے باطن سے لیکر ظاہر کے ایک ایک گوشے تک وہ فریختی بننا چاہتے ہیں کل اگر زعمت علیہ ہو جائے تو یقیناً وہ رنگی بنیں گے، اپنے چہروں پر سیاہیاں پھرینگے! اپنے ہونٹ مٹنے کرینگے اپنے بالوں میں مہیت پیدا کریں گے اور ہر شے کی پوجا کرنے لگیں جو رنگینوں سے ان کو پیچھے لگی۔ ایسے علاموں کی اسلام کو قطعاً ضرورت نہیں ہے خدا اگر کوڑوں کی مردم شماری میں سے ان سب منافقوں اور غلام فطرت لوگوں کے نام کٹ جائیں اور دنیا میں صرف چند ہزار وہ مسلمان رہ جائیں حتیٰ تعریف یہ ہو کہ یَحْتَبُونَهُ اَذِلَّةَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ اَعْرَابًا عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ اَللّٰهُ كُوچا ہنے والے اور اللہ کے محبوب ہیں مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت ہوں اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہوں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا کوئی خوف ان کے دل میں نہ ہو تو اسلام اب بے بدرجہا زیادہ طاقت ور ہوگا اور ان کوڑوں کا نکل جانا اس کے حق میں ایسا ہوگا جیسے کسی مریض کے جسم سے تمام مواد فاسد نکل جائے۔

نَحْنُ اِنْ لَقَيْنَا دَاوُدَ - ہم کو خوف ہے کہ ہم پر صحبت آجائیگی۔ یہ آج کوئی نئی آواز نہیں ہے۔ بہت پرانی آواز ہے جو ہمیشہ منافقوں کی زبان بند ہوتی رہی ہے یہی آواز نفاق کی اس بیماری کا پتہ دیتی ہے جو دلوں میں چھپی ہوئی ہے۔ اسی آواز کو بلند کرنے والے ہمیشہ مخالفین اسلام کے کیسپ کی طرف پلکتے رہے ہیں ہمیشہ سے انہوں نے اللہ کی قائم کی ہوئی حدوں کو پاؤں کی بیڑیاں اور نکلے کا طوق ہی سمجھا ہے۔ ہمیشہ سے ان کو احکام خدا اور رسول کا اتباع گراں ہی گزرتا تھا

اطاعت میں جان و مال کا زیاں اور نافرمانی میں حیات دنیا کی ساری کامرانیاں ہمیشہ سے اُن کو نظر آتی رہی ہیں پس ان کی خاطر خدا کی شریعت کو نہ ابتداء میں بدلا گیا ہے نہ اب بدلا جاسکتا ہے اور نہ کبھی

بدلا جائے گا۔ یہ شریعت بزدلوں اور نامردوں کے لئے نہیں اتری ہے۔ نفس کے بندوں اور دنیا

کے غلاموں کے لئے نہیں اتری ہے۔ ہوا کے رخ پر اڑنے والے خس و خاشاک، پانی کے بہاؤ پر

بہنے والے حشرات الارض اور ہر رنگ میں رنگ جانے والے بے رنگوں کے لئے نہیں اتری ہے۔

یہ ان بہادروں اور شہروں کے لئے اتری ہے جو ہوا کا رخ بدل دینے کا عزم رکھتے ہیں۔ جو دریائی

روانی سے لڑنے اور اس کے بہاؤ کو پھیر دینے کی ہمت رکھتے ہیں جو صفتہ اللہ کو دنیا کے ہر رنگ سے

زیادہ محبوب رکھتے ہیں۔ اور اسی رنگ میں تمام دنیا کو رنگ دینے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔ مسلمان جس

کا نام ہے۔ وہ تو دریا کے بہاؤ پر بہنے کے لئے پیدا ہی نہیں کیا گیا ہے۔ اس کی آفرینش کا مقصد

ہی یہ ہے کہ زندگی کے دریا کو اُس راستہ پر رواں کر دے جو اس کے ایمان و اعتقاد میں راست

ہے، صراطِ مستقیم ہے۔ اگر دریا نے اپنا رخ اُس راستہ سے پھیر دیا ہے تو اسلام کے دعوے میں

و شخص جو اس بدلے ہوئے رخ پر بہنے کے لئے راضی ہو حقیقت میں جو سچا مسلمان ہے

وہ اس غلط رو دریا کی رفتار سے لڑیگا، اس کا رخ پھیرنے کی کوشش میں اپنی پوری قوت صرف

کر دے گا، کامیابی اور ناکامی کی اس کو قطعاً پروا نہ ہوگی، وہ ہر اس نقصان کو گوارا کر لے گا جو

اس لڑائی میں پہنچے یا پہنچ سکتا ہو، حتیٰ کہ اگر دریا کی روانی سے لڑتے لڑتے اس کے بازو ٹوٹ

جائیں، اس کے جوڑ بند ڈھیلے ہو جائیں اور پانی کی موجیں اس کو نیم جان کر کے کسی کنارے پھینک

دیں تب بھی اس کی روح ہرگز شکست نہ کھائیگی، ایک لمحہ کے لئے بھی اس کے دل میں اپنی اس ظاہری

نامرادی پر افسوس یا دریا کی رو پر بہنے والے کافروں اور منافقوں کی کامرانیوں پر رشک کا جذبہ چلے

قرآن تمہارے سامنے ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی سیرتیں تمہارے سامنے ہیں۔ ابتدا سے لیکر آج تک کے علمبردارانِ اسلام کی زندگیاں تمہارے سامنے ہیں۔ کیا ان سب سے تم کو یہی تعلیم ملتی ہے کہ ہوا جد ہر جا اور ہر جا ہوا اور پانی جد ہر بہا کے اور ہر بہا ہوا اور زمانہ جو رنگ اختیار کرے اس میں رنگ جاوے؟ اگر مدعا یہی ہوتا تو کسی کتاب کے نزول اور کسی نبی کی بعثت کی ضرورت ہی کیا تھی۔ ہوا کی موصیٰ تمہاری ہدایت کے لئے اور حیات و نبیا کا بہاؤ تمہاری رہنمائی کے لئے اور زمانے کی نیرنگیاں تمہیں گرگت کی روش سکھانے کے لئے کافی تھیں۔ ایسی ناپاک تعلیم کے لئے خدا نے کوئی کتاب نہیں بھیجی اور نہ کوئی نبی مبعوث کیا۔ اس ذات حق کی طرف سے جو پیغام اور جو پیغام بھی آیا ہے اسی لئے آیا ہے کہ دنیا جن راستوں پر چل رہی ہے ان سب کو چھوڑ کر ایک راستہ مقرر کرے اور اس کے خلاف جتنے راستے ہوں ان کو مٹانے اور دنیا کو ان سے ہٹانے کی کوشش کرے، اور ایمان داروں کی ایک ایسی جماعت بنائے جو نہ صرف خود اس سیدھے راستے پر چلیں بلکہ دنیا کو بھی اس کی طرف کھینچ لانیکی کوشش جاری رکھیں۔ انبیاء علیہم السلام اور ان کے متبعین نے ہمیشہ اسی غرض کے لئے جہاد کیا ہے اس جہاد میں اذیتیں اٹھانی ہیں نقصان برداشت کئے ہیں جانیں دی ہیں اور کبھی ان میں سے کسی نے مصائب کے خوف یا منافع کے لالچ سے رفتار زمانہ کو اپنا مقدا نہیں بنایا ہے۔ اب اگر کوئی شخص یا کوئی گروہ ہدایت آسمانی کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے میں نقصان اور مشکلات اور خطرات دیکھتا ہے اور ان سے خوف زدہ ہو کر کسی ایسے راستے پر جانا چاہتا ہے جس پر چلنے والے اس کو خوشحال، کامیاب اور سر بلند نظر آتے ہیں، تو وہ شوق سے اپنے پسندیدہ راستے پر جائے، مگر وہ بزدل اور حریص اپنے نفس کو اور دنیا کو یہ دھوکہ دینے کی کوشش نہ کرے کہ وہ خدا کی کتاب اور اس کے نبی کے بتائے ہوئے طریقہ کو چھوڑ کر بھی اس کا پیرو ہے۔ نافرمانی خود ایک بڑا جرم ہے۔ اس پر جھوٹ اور فریب اور منافعت کا اضافہ کر کے آخر کیا فائدہ اٹھانا مقصود ہے؟

یہ خیال کہ زندگی کا دریا جس رخ پر بہ گیا ہے۔ اس سے وہ پھیرا نہیں جاسکتا، عقلاً بھی غلط ہے اور تجربہ و مشاہدہ بھی اس کے خلاف گواہی دیتا ہے۔ دنیا میں ایک نہیں سینکڑوں انقلاب ہوئے ہیں، اور ہر انقلاب نے اس دریا کے رخ کو بدلا ہے۔ اس کی سب سے زیادہ نمایاں مثال خود اسلام ہی میں موجود ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا میں تشریف لائے تو زندگی کا یہ دریا کس رخ پر بہ رہا تھا؟ کیا تمام دنیا پر کفر و شرک کا غلبہ نہ تھا؟ کیا استبداد اور ظلم کی حکومت نہ تھی؟ کیا انسانیت کو طبقات کی نظامانہ تقسیم نے داغدار نہ بنا رکھا تھا؟ کیا اخلاق پر فحاش، معاشرت پر نفس پرستی، معیشت پر سرمایہ داری، اور قانون پر بے اعتدالی کا تسلط نہ تھا؟ مگر ایک تن واحد نے اٹھ کر تمام دنیا کو پلینج دے دیا۔ تمام ان غلط خیالات اور غلط طریقوں کو روک دیا جو اس وقت دنیا میں رائج تھے۔ ان سب کے مقابلہ میں اپنا ایک عقیدہ اور اپنا ایک طریقہ پیش کیا، چند سال کی مختصر مدت میں اپنی تبلیغ اور جہاد سے دریا کے رخ کو پھیر کر اور زمانہ کے رنگ کو بدل کر چھوڑا۔

سارہ ترین مثال اشتراکی تحریک کی ہے۔ انیسویں صدی میں سرمایہ داری کا تسلط اپنی انتہا کو پہنچ چکا تھا۔ کوئی بزدل مرغ با دنمایہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ جو نظام ایسی ہولناک ساسی اور خبی قوت کے ساتھ دنیا پر مسلط ہے اس کو الٹ دینا بھی ممکن ہے۔ مگر اپنی حالات میں ایک شخص کارل مارکس اٹھا اور اس نے اشتراکیت کی تبلیغ شروع کی۔ حکومتوں نے اس کی مخالفت کی، اور وطن سے نکالا گیا۔ ملک ملک کی خاک چھانتا پھرا۔ تنگ دستی اور مصائب سے دوچار ہوا۔ مگر مرنے سے پہلے اشتراکیوں کی ایک طاقتور جماعت پیدا کر گیا، جس نے چالیس سال کے اندر نہ صرف روس کی سب سے زیادہ خونخاک طاقت کو الٹ کر رکھ دیا، بلکہ تمام دنیا میں سرمایہ داری کی جڑیں ہلا دیں اور اپنا ایک معاشی و تمدنی نظریہ اس قوت کے ساتھ پیش کیا کہ آج دنیا میں اس کے متبعین کی تعداد روز بروز بڑھتی چلی جا رہی ہے اور ان مالک کے قوانین بھی اس سے

متاثر ہو رہے ہیں جن پر سرمایہ داری کی حکومت گہری جڑوں کے ساتھ جھی ہوئی ہے۔

مگر انقلاب یا ارتقا ہمیشہ قوت ہی کے اثر سے رونما ہوا ہے، اور قوت ڈھل جانے کا نام نہیں، ڈھال دینے کا نام ہے۔ مڑ جانے کو قوت نہیں کہتے، موڑ دینے کو کہتے ہیں۔ دنیا میں کبھی نامردوں اور بزدلوں نے کوئی انقلاب پیدا نہیں کیا۔ جو لوگ اپنا کوئی اصول، کوئی مقصد حیات، کوئی نصب العین نہ رکھتے ہوں، جو کسی بلند مقصد کے لئے قربانی دینے کا حوصلہ نہ رکھتے ہوں، جو خطرات اور مشکلات کے مقابلے کی ہمت نہ رکھتے ہوں، جن کو دنیا میں محض آسائش اور سہولت ہی مطلوب ہو، جو ہر سانچے میں ڈھل جانے اور ہر دباؤ سے دب جانے والے ہوں، ایسے لوگوں کا کوئی قابل ذکر کارنامہ انسانی تاریخ میں نہیں پایا جاتا۔ تاریخ بنا تا صرف بہادر مردوں کا کام ہے۔ انہی نے اپنے جہاد اور اپنی قربانیوں سے زندگی کے دریا کا رخ پھیرا ہے، دنیا کے خیالات بدلے ہیں، منہج عمل میں انقلاب برپا کیا ہے، اور زمانے کے رنگ میں رنگ جانے کے بجائے زمانے کو خود اپنے رنگ میں رنگ دیا ہے۔

پس یہ نہ کہو کہ دنیا جس راستہ پر جا رہی ہے اس سے وہ پھیری ہی نہیں جاسکتی، اور زمانے کی جو روش ہے اس کا اتباع کیے بغیر چارہ ہی نہیں ہے، مجبوری کا جھوٹا دعویٰ کرنے کے بجائے تم کو خود اپنی کمزوری کا سچا اعتراف کرنا چاہیے۔ اور جب تم اس کا اعتراف کر لو گے تو تم کو یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ کمزور کے لیے دنیا میں نہ کوئی مذہب دیکھا ہے نہ کوئی اصول، اور نہ کوئی ضابطہ اس کو توہر زور آور سے دینا پڑے گا۔ ہر طاقت کے آگے جھکن پڑے گا۔ ہر قوی اثر سے متاثر ہونا پڑے گا۔ وہ کبھی اپنے کسی اصول اور کسی ضابطہ کا پابند نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی مذہب اس کے لیے اپنے اصول بدلتا چلا جائے تو وہ سرے سے کوئی مذہب ہی نہ رہے گا۔

یہ بھی ایک دھوکا ہے کہ اسلام کی قیود تمہاری خوشحالی اور معاشی ترقی میں مائع ہیں۔ آخر تم اسلام کی کس قید کی پابندی کر رہے ہو؟ کونسی قید ہے جس سے تم آزاد نہیں ہو سے اور کونسی حد ہے جس کو تم نے نہیں توڑا؟ تم کو جو چیزیں تباہ کر رہی ہیں ان میں سے کس کی اجازت اسلام نے تم کو دی ہے؟ تم تباہ ہو رہے ہو اپنی فضول خرچیوں سے جن کے لئے کروڑوں روپیہ سالانہ کا سود تمہاری جیبوں سے ساہوکاروں کے خزانے میں جا رہا ہے اور کروڑوں روپے کی جاڈا لیا تمہارے قبضہ سے نکلتی چلی جا رہی ہیں۔ کیا اسلام نے تم کو اس کی اجازت دی تھی؟ تم کو خود تمہاری اپنی بری عادتیں تباہ کر رہی ہیں۔ اس مفلسی کی حالت میں بھی سینما اور کھیل کا شہ تمہاری آبادی سے بھرے رہتے ہیں۔ تم میں کا ہر شخص لباس اور زینت و آرائش کے سامانوں پر اپنی حیثیت سے زیادہ خرچ کرتا ہے۔ تمہاری جیبوں سے ہر مہینے لکھو لکھا روپیہ بیہودہ رسموں اور نمائشی افعال اور جاہلانہ اشغال میں صرف ہو جاتا ہے۔ ان میں سے کس کو اسلام نے تباہی کے لئے حلال کیا ہے؟ سب سے بڑی چیز جس نے تم کو تباہ کر دیا ہے، وہ ادائے زکوٰۃ میں غفلت اور آپس کی معاونت سے بے پروائی ہے۔ کیا اسلام نے یہ چیز تم پر فرض نہ کی تھی؟ پس حقیقت یہ ہے کہ تمہاری معیشت کی بربادی اسلامی قیود کی پابندی کا نتیجہ نہیں بلکہ ان سے آزادی کا نتیجہ ہے۔ رہی ایک سود کی پابندی تو وہ بھی کہاں قائم ہے؟ کم از کم ۹۵ فی صدی مسلمان بغیر کسی حقیقی مجبوری کے سود پر قرض لیتے ہیں۔ کیا اسلامی احکام کی پابندی اسی کا نام ہے؟ مالدار مسلمانوں میں سے بھی ایک بڑا حصہ کسی نہ کسی شکل میں سود کھا ہی رہا ہے۔ باقاعدہ ساہوکاری نہ کی تو کیا ہوا۔ بنک اور بیمہ اور سرکاری بانڈس اور پرائیویٹ فنڈس کا سود تو اکثر و بیشتر مالدار مسلمان کھاتے ہیں۔ پھر وہ حرمت سود کی قید کہاں ہے جس پر تم اپنی معاشی خستہ حالی کا الزام رکھتے ہو؟

عجیب پر لطف استدلال یہ ہے کہ مسلمانوں کی عزت اور قومی طاقت کا مدار دولت مندی پر ہے اور دولت کا مدار معاشی ترقی و خوشحالی کے ذرائع سے فائدہ اٹھانے پر ہے اور ان سب کا مدار سود کے جواز پر ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو ابھی تک یہ خبر نہیں کہ عزت اور طاقت کا مدار دراصل ہے کس چیز پر۔ محض دولت ہرگز وہ چیز نہیں ہے جو کسی قوم کو معزز اور طاقتور بنا تی ہو۔ تمہارا ایک ایک شخص اگر لکھتی اور کر ڈرتی بن جائے مگر تم میں کیر کٹر کی طاقت نہ ہو تو یقین رکھو کہ دنیا میں تمہاری کوئی عزت نہ ہوگی۔ بخلاف اس کے اگر تم میں درحقیقت اسلامی سیرت موجود ہو، تم صادق اور امین ہو، لالچ اور خوف سے پاک ہو، اپنے اصول میں سخت اور اپنے معاملات میں کھرے ہو، حق کو حق اور فرض کو فرض سمجھنے والے ہو، حرام و حلال کی تمیز کو ہر حال میں ملحوظ رکھنے والے ہو، اور تم میں اتنی اخلاقی قوت موجود ہو کہ کسی نقصان کا خوف اور کسی فائدے کی طمع تم کو راستی سے نہ ہٹا سکے اور کسی قیمت پر تمہارا ایمان نہ خریداجا سکے تو دنیا میں تمہاری ساکھ قائم ہو جائیگی۔ دلوں میں تمہاری عزت بیٹھ جائیگی۔ تمہاری بات کا وزن لکھتی کی پوری دولت سے زیادہ ہوگا۔ تم جھوٹوں میں رہ کر اور پونڈ لگے کپڑے پہن کر بھی دولت سراؤں میں رہنے والوں سے زیادہ احترام کی نظر سے دیکھے جاؤ گے اور تمہاری قوم کو ایسی طاقت حاصل ہوگی جس کو کبھی نیچا نہیں دکھایا جاسکتا۔ عہد صحابہ کے مسلمان کس قدر مفلس تھے۔ جھوٹوں اور کھیل کے خمیوں میں رہنے والے۔ تمدن کی شان و شوکت سے نا آشنا۔ نہ ان کے لباس درست نہ غذا درست نہ ہتھیار درست نہ سواریاں شاندار۔ مگر ان کی جو دھاک اور ساکھ دنیا میں تھی وہ نہ اموی ہمد میں مسلمانوں کو نصیب ہوئی نہ عباسی ہمد میں اور نہ بعد کے کسی ہمد میں۔ ان کے پاس دولت نہ تھی مگر کیر کٹر کی طاقت تھی جس نے دنیا میں اپنی عزت و عظمت کا سکھ بٹھا دیا تھا۔ بعد والوں کے پاس دولت آئی، حکومت آئی، تمدن کی

شان و شوکت آئی مگر کوئی چیز بھی لیر کمر کی کمزوری کا بدل فراہم نہ کر سکی۔

تم نے تاریخ اسلام کا سبق تو فراموش ہی کر دیا ہے۔ مگر دنیا کی جس قوم کی تاریخ چاہو اٹھا کر دیکھو۔ تم کو ایک مثال بھی ایسی نہ ملے گی کہ کسی قوم نے محض سہولت پسندی اور آرام طلبی اور منفعت پرستی سے عزت اور طاقت حاصل کی ہو۔ تم کسی ایسی قوم کو مغرز اور سر بلند نہ پاؤ گے جو کسی اصول اور کسی شہین کی پابند نہ ہو، کسی بڑے مقصد کے لیے تنگی اور شقت اور سختی برداشت نہ کرتی ہو، اور اپنے اصول و مقاصد کے لیے نہ صرف اپنے نفس کی خواہشات کو بلکہ خود اپنے نفس کو بھی قربان کر دینے کا جذبہ نہ رکھتی ہو۔ یہ شہین اور اصول کی پابندی اور بڑے مقاصد کے لیے راحت و آسائش اور منافع کی قربانی کسی نہ کسی میں تم کو ہر جگہ نظر آئے گی اسلام میں اس کا رنگ کچھ اور ہے اور دوسری ترقی یافتہ قوموں میں کچھ اور ہے۔ یہاں سے نکل کر تم کسی اور نظام تمدن میں جاؤ گے تو وہاں بھی تم کو اس رنگ میں نہ سہی دوسرے رنگ میں ایک نہ ایک ضابطہ کا پابند ہونا پڑے گا۔ ایک نہ ایک ڈسپلن کی گرفت برداشت کرنی ہی ہوگی۔ چند مخصوص اصولوں کے شکنجے میں بہر حال تم جکڑے جاؤ گے اور تم سے کسی مقصد اور کسی اصول کی خاطر قربانی کا مطالبہ ضرور کیا جائیگا۔ اگر اس کا حوصلہ تم میں نہیں ہے، اگر تم صرف نرمی اور کشادگی اور ٹھٹھاس سخی سے متوالے ہو اور کسی سختی کسی تنگی اور کسی کردار ہٹ کو گوارا کرنے کی طاقت تم میں نہیں ہے تو اسلام کی قید و بند سے نکل کر جہاں چاہو جا کر دیکھ لو کہیں تم کو عزت کا مقام نہ ملے گا اور کسی جگہ طاقت کا خزانہ تم نہ پاسکو گے قرآن نے اس قاعدہ کلمہ کو صرف چار لفظوں میں بیان کیا ہے اور وہ چار لفظ ایسے ہیں جن کی صداقت پوری تاریخ عالم گواہ ہے۔ ان مع العسر لیسر ائیر کا دامن بہر حال میں عسر کے ساتھ وابستہ ہے۔ جس میں عسر کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں، وہ کبھی لیر سے ہم کنار نہیں ہو سکتا۔